اللہ تعالیٰ نے ایمانی درخت کی نشو ونما کے بہت سے ذرائع رمضان المبارک میں اکٹھے کر دیئے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶؍اکتوبر ۱۹۷۲ء بمقام مسجد اقصیٰ۔ ربوہ)

تشہد و تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۂ مجادلہ کی آخری آیت کا مندرجہ ذیل حصہ تلاوت فرمایا:-

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ

(المجادلة: ۲۳)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

آیہ کریمہ کے اس ٹکڑے میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کو سچی طہارت اور پاکیزگی اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ آسمانی مدد اس کے شامل حال نہ ہو۔

ماہ رمضان اپنی بھرپور برکات کے ساتھ آرہا ہے اس لئے میں آج رمضان کی برکات کی طرف اپنے بھائیوں اور بہنوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے ہیں اس نے اپنے فیوض کو جذب کرنے کے بہت سے سامان اس ماہ مبارک کے مختصر زمانہ میں اکٹھے کر دیئے ہیں۔ ان فیوض و برکات میں سے بعض کی طرف میں اس وقت آپ کو توجہ دلاؤں گا۔

جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے آیت کے اس حصہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آسمانی مدد یعنی اللہ تعالیٰ کے فیوض کے حصول کے بغیر طہارت اور پاکیزگی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے

آسمانی مدد یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت اس کے پیار اور رضا کو جذب کرنے کے لئے قرآن کریم نے بہت سے طریق بتائے ہیں جن کی عملی تفسیر ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ جب ہم اسوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان میں فیضِ الٰہیہ کے جذب کرنے کے بہت سے طریق جمع کئے گئے ہیں۔

میں تمہیداً یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں ایمان اور اعمال صالحہ کو بڑے حسین پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایمان کی مثال درخت کی ہے اور اعمال صالحہ کی مثال اس پانی کی ہے جو اس درخت کے لئے آبِ حیات بنتا ہے۔ چنانچہ وہ درخت جو پہلے ایک بیج کی شکل میں ہوتا ہے اور جو اپنی روئیدگی نکالتا ہے۔ پھر اس میں پختگی آتی ہے اور پھر وہ مضبوطی سے اپنی جڑ پر قائم ہو جاتا ہے پھر وہ پھیلتا اور وسعت پکڑتا ہے۔ اس کی شاخوں پر پتے نکلتے ہیں۔ پھر وہ خوبصورت درخت اس قابل ہو جاتا ہے کہ اسے پھل لگیں۔

یہی حال انسان کے ایمان اور اس کے مجاہدہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ایمان کے بیج کو اعمال صالحہ کے زندگی بخش پانی سے سیراب کر کے اس کے مجاہدہ کو اس حد تک پھیلایا ہے کہ وہ روحانی طور پر پھل لگنے کے قابل ہو سکے۔ چنانچہ جس وقت انسان اپنی پوری کوشش اور مجاہدہ کے نتیجہ میں اعمال صالحہ بجالاتے ہوئے اپنے درختِ وجود کو نشوونما دینے کے بعد اس شکل میں لے آتا ہے جس شکل میں مثلاً عام طور پر دنیوی درختوں کے پھل لگا کرتے ہیں تو گویا اس مالی کا جو اپنے ہی وجود کے باغ کی پرورش کر رہا تھا کام ختم ہو گیا۔ اس کے بعد اگر انسان کے اعمال صالحہ مقبول ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے تو پھر آسمان سے ایک ایسا خاص فضل نازل ہوتا ہے جو انسان کے درختِ وجود کو بارآور اور ثمرآور بنا دیتا ہے۔ انسان خدا تعالیٰ کی جنت میں داخل ہوتا اور جنت کے بے شمار غیر محدود پھل حاصل کرتا ہے وہ ان سے لذت پاتا اور روحانی طاقت حاصل کرتا ہے۔ گویا جنت یہیں اسی دنیا سے اعمال صالحہ بجالانے کے نتیجہ میں شروع ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف مثال ہی نہیں

دی بلکہ کچھ تفصیل میں جا کر بھی بتایا ہے کہ کون سے اعمال درخت کی نشوونما کے کس حصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاہم اِس میں ایک فرق ضرور ہے اور وہ ہمیں بھولنا نہیں چاہیئے۔ مثلاً آم کا درخت ہے اس کا بیج جب نئی زندگی پاتا ہے تو اس کی شکل ختم ہو جاتی ہے۔ اگر آپ آم یا دوسرے درختوں کی جڑوں کو کھودیں تو کہیں بھی بیج نظر نہیں آئے گا۔ چنانچہ بعض بیج اپنی شکل کو چند دنوں میں کھو بیٹھتے ہیں۔ بعض بیج اپنے وجود کو چند ہفتوں میں، بعض چند مہینوں میں اور ممکن ہے بعض درخت جن کی عمریں لمبی ہوتی ہیں اور بیج بڑا سخت ہوتا ہے اُس کا وجود چند سال میں ختم ہو جاتا ہو۔ تاہم اس مؤخر الذکر صورت کا تو مجھے ذاتی طور پر علم نہیں لیکن مہینوں میں ختم ہونے والے بیجوں کا تو مجھے علم ہے۔ ایسے بیج چند مہینوں کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد جو غذا ان درختوں کو دی جاتی ہے اس غذا کا تعلق بیج کے وجود کے ختم ہو جانے کے بعد پھر بیج سے نہیں رہتا بلکہ درخت کی جڑوں کے ساتھ ہو جاتا ہے لیکن جو انسان کا بیج ہے جس نے آگے چل کر درخت بننا ہے اس کو ایسی غذا ملتی رہنی چاہیئے کہ جو چیز اس دُنیوی مادی درخت کی انسان کی نظر سے غائب ہوگئی اور اس کے لئے ہمیں کوئی فکر کی ضرورت نہیں رہی وہ روحانی دُنیا میں غائب نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کے لئے فکر کی ضرورت رہتی ہے۔ اصل میں تو دُنیا کے جو درخت ہوتے ہیں اُن میں بھی وہ چیز غائب نہیں ہوتی کیونکہ اگر بیج کا وجود کلّیۃً غائب ہو جائے (صرف انسانی نظر سے غائب ہونے کا سوال نہ ہو بلکہ حقیقتاً غائب ہو جائے) تو اس درخت کو پھر بیج نہیں آئے گا مگر پھل میں دوبارہ اسی شکل کے بیج کا نکل آنا بتاتا ہے کہ بیج اپنی صفات کے ساتھ اس درخت کے اندر موجود رہتا ہے۔

بہر حال مادی درختوں کے بیج نظر سے اوجھل ہو جایا کرتے ہیں لیکن انسانی درختِ وجود کا بیج نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں نہ ہونے چاہئیں۔ وگرنہ وہ مثال پورے طور پر صادق نہیں آتی جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن مجید کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسانی درختِ وجود کا بیج بھی باقی رہتا ہے۔ اس کی جڑیں بھی قائم رہتی ہیں۔ زمین سے نکلنے والی اس کی روئیدگی بھی قائم رہتی ہے۔ اس کے اوپر بڑھنے والی چھوٹی چھوٹی سی شاخیں بھی قائم رہتی ہیں اور جب شاخیں پھیل جاتی ہیں تو اُن کی مضبوطی بھی قائم رہتی ہے

یا رہ سکتی ہے پھر وہ ایک بڑا تناور درخت بن جاتا ہے۔ حسین پتوں اور خوبصورت پھولوں کے ساتھ چمک اُٹھتا ہے۔

موہبت الٰہیہ یعنی آسمان سے جو رحمت نازل ہوتی ہے، وہ اس کو پھولوں کا حسن بھی بخشتی ہے اور پھل کی افادیت بھی دیتی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو خشوع کی حالت ہے وہ ایمان کے بیج کی روحانیت کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ ایک تو اس کے اندر نمو کی طاقت کو قائم رکھتی ہے کیونکہ اس سے آگے چل کر درخت نے حصہ لینا ہوتا ہے۔ میں نے بتایا ہے روحانی طور پر ہم اس کو غائب نہیں سمجھ سکتے۔ پھر اس کی صفات (جو بھی ہیں اُن) کو قائم رکھنے کے لئے، ان کی بڑھوتی کے لئے، ان کی نشو و نما کے لئے، روحانی بیج یعنی ایمان کا بیج قائم رہتا ہے۔ اس کے لئے جو پانی اعمال صالحہ کے طور پر دیا جاتا ہے وہ خشوع کی حالت ہے، وہ انسان کی عاجزانہ اور متضرعانہ حالت ہے۔ یہ ایک بنیاد ہے اس بیج کے قیام کی۔ کیونکہ جب عاجزی غائب ہوگی جب عاجزی اور تضرع کا پانی نہیں ملے گا تو انسانی درخت وجود کی شاخیں مرجھا اور تنا سوکھ جائے گا۔ اس واسطے تمام اعمال صالحہ کے بیج اور جڑ کو زندہ رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان تکبر اور خود پسندی اور خودرائی اور انانیت سے بچے۔ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرے اور خدا تعالیٰ کے حضور ہمیشہ عاجزانہ طور جھکا رہے کیونکہ اس کے بغیر بیج اور جڑ زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہ عاجزی اور انکسار بھی بمنزلہ پانی کے ہے بلکہ یہ باقی پانیوں کی بنیاد ہے۔ جس طرح مثلاً شہد کی مکھی ہے۔ جہاں وہ نیکٹر یعنی پھولوں کا رس جمع کر کے شہد بناتی ہے وہاں وہ اپنی ملکہ کے لئے رائل جیلی (سائنسدانوں نے یہ نام دیا ہے وہ بھی) بناتی ہے اور اس سے اس کی زندگی اور بیج کے قیام میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ وہ یعنی ملکہ اس کے نتیجہ میں بہت زیادہ انڈے دیتی ہے اور چھتے کی اجتماعی زندگی کو قائم رکھتی ہے۔ اسی طرح عاجزانہ راہوں کو اختیار کر کے ایمان کے بیج کی قوتوں کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ انہیں قائم رکھا جاتا ہے ان کو مضبوط کیا جاتا ہے اُن کے اندر حُسن کے نمو کی صفت کو پیدا کیا جاتا ہے اور ثمر آور بننے کی حالت تک پہنچنے کے جو سامان ہیں وہ اس کے لئے مہیا کئے جاتے ہیں۔ غرض خشوع اور عاجزی کی جو حالت

ہے یہ سارے اعمال صالحہ کے پانی کی بنیاد ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ اعمال صالحہ کے پانی کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اعمال صالحہ کا پانی گویا عاجزی کے سرچشمہ سے جوش مارتے ہوئے باہر نکلتا ہے۔

چنانچہ خشوع اور تضرع کے ساتھ جب بیج کی حفاظت ہو جاتی ہے تو دوسری کیفیت یہ ہے کہ ہلکی سی روئیدگی زمین سے باہر نکلے۔ بڑا درخت ہو یا فصلیں ہوں، پہلے ان کی ایک بالکل نازک سی کونپل نکلتی ہے۔ انسان کی بچپن کی عمر میں وہ نزاکت نہیں ہوتی جو ان کونپلوں میں پائی جاتی ہے۔ اُن میں خدا تعالیٰ کی بڑی شان نظر آتی ہے جس پر دوستوں کو غور کرنا چاہئے۔

پھر سبزہ یعنی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکلتی ہیں۔ ساتھ ہی درخت کی یا فصلوں کی جڑوں میں بعض گندی اور ضرر رساں بوٹیاں اُگ آتی ہیں جو اصل درخت یا فصل کی غذا کو چوس لیتی ہیں اس لئے اگر اُن کو نکالا نہ جائے تو یہ درخت کی پرورش میں روک بنتی اور بسا اوقات اس کی ہلاکت کا باعث بھی بن جاتی ہیں۔ اسی طرح ایمان کے بیج سے جو روئیدگی نکلتی ہے اس کی سرسبزی و شادابی کا انحصار لغو باتوں کے چھوڑنے پر ہے۔ جس طرح خود جڑی بوٹیاں اصل فصل کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں اسی طرح لغو باتیں، پراگندہ خیالات اور بیہودہ عمل، ایمان کے درخت کے لئے ضرر رساں ہوتے ہیں۔ اس لئے لغو باتوں سے ہمیشہ اعراض کرنا چاہئے اور اس کے مقابلے میں پسندیدہ اور مفید باتوں کو اختیار کرنا چاہئے مثلاً کھیتوں کے لئے ہر قسم کی کھاد مفید ہے۔ اس سے اس کی سرسبزی اور شادابی میں اضافہ ہوتا ہے۔ نشوونما میں کوئی روک نہیں پیدا ہوتی۔ اسی طرح لغو باتوں کے اعراض سے وہ روکیں دور ہو جاتی ہیں جو حسنات کے راستے میں حائل ہوتی ہیں۔

پھر اس درخت پر ایک تیسرا دور آتا ہے اور وہ یہ کہ روئیدگی اب ٹہنیوں کی شکل میں بدل جاتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی راہ میں اموال خرچ کرنے سے ایمانی درخت کی ٹہنیاں نکل آتی ہیں اور اُن میں کسی قدر مضبوطی بھی آ جاتی ہے۔ گو ٹہنیاں نکل آئیں لیکن ابھی کونپلیں ہری اور نرم ہیں اُن کے اندر پوری سختی اور مضبوطی نہیں آئی۔ چنانچہ پھر چوتھا مرحلہ آتا ہے اور یہ شہوات نفسانیہ سے مقابلہ کرنے کا مرحلہ ہے لیکن اس سے پہلے تیسرے مرحلے میں صدقہ

وخیرات اور زکوٰۃ کے علاوہ اموال خرچ کرنے سے تعلق رکھنے والے دوسرے احکام کے نتیجہ میں جو نرم نرم شاخیں نکلتی تھیں شہوات نفسانیہ کا خاتمہ کر کے ان شاخوں میں مضبوطی پیدا کی جاتی ہے، مضبوطی کے بعد پھر وہ شاخیں پھلنے لگتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان نے مثلاً جو عہد و پیمان کیا ہے اور بندوں نے جو امانتیں اُسے دینی ہیں اُن کو ذہن میں حاضر رکھنے اور ان کی حفاظت کرنے سے ایمان کا درخت مضبوط تنے پر کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اُسے پھل لگے۔ اسی طرح فرد کو بھی اور اس سے تعلق رکھنے والے افراد کو بھی جنت کے پھل نصیب ہوں۔ وہ خدا کی رضا کی جنتوں میں داخل ہو جائیں۔

چونکہ امانتوں کا ذکر آیا ہے اس لیے میں ضمناً یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ امانت صرف روپے پیسے کی نہیں ہوتی بلکہ ہر قسم کی امانتیں مراد ہیں مثلاً بندوں کی ایک یہ امانت ہے جس کے متعلق آپ اکثر سنتے رہتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النسآء:۵۹) یہ آیت کا ایک حصہ ہے جس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جو اہل ہے اس کو عہدہ دو۔ کیونکہ عہدہ بھی ایک امانت ہے۔ یہ ایک بڑا ہی وسیع مضمون ہے۔ مختصراً یہ کہ اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد و پیمان کو پورا کرنے اور بندوں کی جو امانتیں ہیں ان کو لوٹانے سے انسانی درختِ وجود میں ایک حُسن پیدا ہوتا ہے۔

پس یہ ایمان اور عملِ صالح کا آپس میں تعلق ہے۔ گو اور بھی بعض تعلقات ہیں لیکن یہ پانچوں چیزیں یعنی جہاں انسان کا مجاہدہ ختم ہوتا ہے وہاں تک چار اور جہاں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت شروع ہوتی ہے وہ پانچویں۔ ان کا مَیں نے اِس وقت مختصراً اِس غرض سے ذکر کیا ہے کہ ان کا تعلق ماہ رمضان سے ہے۔ یہ چاروں پانچوں چیزیں ہمیں اس ماہ مبارک میں نظر آتی ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں پہلی چیز خشوع کی حالت ہے۔ یہ حالت یعنی دل میں عاجزانہ راہوں کو اختیار کرنے کا احساس، انکسار کا جذبہ اور اصلاحِ نفس کی طرف توجہ پیدا ہو تو رمضان میں نفس کی تادیب و اصلاح کا بڑا موقع ملتا ہے۔ انسان نے روزہ رکھا ہوتا ہے، وہ راتوں کو جاگ رہا ہوتا ہے۔ اس تھوڑی سی مشقت کے بعد ایک صاحب فراست انسان سمجھ

جاتا ہے کہ اتنی سی تکلیف نے اس کا وجود جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے یہاں تک کہ اس کی انا ختم ہوگئی۔

غرض انسان کا مجاہدہ اس کو عاجزی کی طرف مائل کرتا ہے۔ گو ساری عبادتیں ہی اس قسم کی ہیں لیکن میں اس وقت ان پانچ بڑی بڑی چیزوں کو لوں گا جن کا تعلق رمضان کی برکات سے ہے۔ چنانچہ بھرپور برکتوں کے ساتھ آنے والے اس ماہِ مبارک کی پہلی برکت یہ ہے کہ ایمان کے بیج کو مضبوط کرنے کے سامان اس میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ خشوع و خضوع، تضرع و ابتہال اور عاجزی اور فروتنی کی حالتیں اس مہینے میں بمقابلہ دوسرے مہینوں کے زیادہ میسر آتی ہیں علاوہ ازیں اس مہینے میں بھی گو حسنات دنیا کے حصول کی جدوجہد کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں دوسرے مہینوں میں زیادہ دی گئی ہے۔ اس مہینے میں زیادہ زور عبادات پر دیا گیا ہے۔ چنانچہ تہجد کے نوافل ہیں۔ انسان قربانی اور ایثار دکھاتا ہے۔ بعض صورتوں میں نماز باجماعت سے استثناء بھی جائز ہے یعنی نماز کے لئے مسجد میں نہ جانا قابل اعتراض نہیں ہوتا لیکن رمضان کے بارہ میں یہ کہا گیا ہے کہ مسجدوں میں زیادہ تعداد میں اور کثرت سے آؤ۔ پھر اور عبادتیں ہیں یہ ساری عبادتیں انسان کے لئے جنگلے کا کام دیتی ہیں۔ انسان تکبر، غرور اور خود پسندی کے کانٹے دار جھاڑیوں کے جنگل میں سرگرداں ہونے سے بچ جاتا ہے کیونکہ اسے محاسبۂ نفس کے مواقع رمضان میں کثرت سے میسر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار فرمایا ہے کہ دیکھو تمہاری حیثیت کیا ہے۔ جب تک تم خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا نہیں کرتے۔ جب تک تم عاجزانہ طور پر اس کے سامنے نہیں جھکتے اور جب تک تضرع کے آنسوؤں کے ساتھ اپنے گناہوں کو دھونے کی کوشش کر کے اس کی رحمت کو جذب نہیں کرتے اس عالمین میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں۔ پس خشوع کی حالت رمضان کے مہینے میں دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ میسر آتی ہے۔

دوسری چیز لغو باتوں کو چھوڑنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی تاکید بیان فرمائی ہے کہ رمضان میں بالخصوص لغو باتوں کی طرف توجہ نہ دیا کرو۔ زیادہ توجہ اپنی عبادتوں کی طرف قائم رکھو۔ یہ حکم خداوندی ہے اور ہمارے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے جو نمایاں طور پر ہمارے سامنے ماہ رمضان میں آتی ہے۔ درختوں یا فصلوں کے بیج سے سبزہ پھوٹتا

اور چھوٹے چھوٹے اور نرم نرم تنکے نکلتے ہیں۔ ان کی حیثیت یہ ہوتی ہے کہ چھوٹی سی چڑیا یا چنڈ دل اسے ضائع کر سکتی ہے مثلاً پچھیتی گندم لگا دیں تو اگر چڑیوں کو اور کہیں کھانے کو نہ ملے تو وہ چونچ سے ذرا جھٹکے کے ساتھ پودے کو بیج سمیت باہر نکال دیا کرتی ہیں۔ انسان کی بھی یہی حیثیت ہے۔ اگر وہ اس سے پہلے عاجزانہ مقام اختیار نہ کر چکا تو وہ چنڈ دل کی زد میں ہے ایک چھوٹی سی بے حیثیت چڑیا آ کر اسے فنا کر سکتی ہے لیکن چونکہ اس نے عاجزانہ راہ کو اختیار کیا ہوتا ہے اس لئے وہ اللہ کی حفاظت کے اندر آ جاتا ہے۔ ایمان کی روئیدگی کا جو زمانہ ہے وہ خیریت سے گذر جاتا ہے۔ اس سبزہ کے اگانے اور اس کو قائم رکھنے میں رمضان کی برکات بڑی مفید بھی ہیں اور بڑی حسین بھی ہیں۔ ہمارے درختِ وجود کی حفاظت بھی ہوتی ہے اور اس سے روئیدگی نکلتی اور پنپتی بھی ہے۔ اب یہ خطرہ نہیں رہتا کہ درخت یا فصل کے ساتھ خودرو، بے فائدہ اور ضرر رساں جھاڑیاں اُگ آئیں گی جو درختوں کی غذا کھا لیں گی۔ اسی طرح انسان جب لغو باتوں کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اکثر گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

پھر تیسری چیز اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے متعلق ہے۔ ہر درخت کی پہلے ایک روئیدگی ظاہر ہوتی ہے۔ پھر اس کے اندر کچھ مضبوطی آ جاتی ہے۔ یہ ایک ٹہنی کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اور بڑی بڑی اونچی نکل جاتی ہے مثلاً آم لمبی عمر پانے والا درخت ہے اگر تخمی آم ہے تو اس کا درخت پچاس پچاس فٹ اونچا چلا جاتا ہے اور ایک ایک درخت پچاس پچاس من پھل دے جاتا ہے۔ اس کی گٹھلی بڑی نرم اور نازک سی ہوتی ہے مگر اس گٹھلی (یعنی بیج) سے اگنے والا پودا اپنی جسامت اور اونچائی میں ایک بہت بڑا درخت بن جاتا ہے۔

اسی طرح ایمان کا پودا بڑھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی پرورش اللہ کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرنے سے کرو۔ رمضان میں انفاق فی سبیل اللہ کی طرف بڑی توجہ دلائی گئی ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں بہت سخاوت کرتے تھے۔ آپؐ کی سخاوت ایک تیز چلنے والی ٹھنڈی ہوا کی مانند ہوتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام حالات میں بھی بڑے سخی تھے۔ اتنے سخی کہ آپ کی سخاوت کا ہم اندازہ نہیں

لگا سکتے۔ ایک دفعہ مدینہ میں عرب کا ایک سردار آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس قبیلہ سے اس کا تعلق تھا وہ اپنی سخاوت میں اپنے فطرتی میلان کی وجہ سے بڑا مشہور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر ایک ٹیلے پر تشریف فرما تھے سامنے وادی میں بیت المال کے اونٹ اور بھیڑیں چر رہی تھیں وہ سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان جانوروں میں سے مجھے کچھ جانور دیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ جو تمہیں سامنے جانور نظر آ رہے ہیں یہ سب ہانک کر لے جاؤ۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گیا اسے یقین نہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا سوچ رہے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سارے جانور ہانک کر لے جاؤ۔ بڑی مشکل سے اسے یہ بات سمجھ میں آئی۔ چنانچہ وہ سارے جانور لے گیا اور جب اپنے قبیلہ میں پہنچا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ سارے مسلمان ہو جاؤ۔ جو شخص اس قدر سخاوت کرتا ہے اور مجھے یہ کہہ دیتا ہے کہ وادی کے سارے کے سارے جانور ہانک کر لے جاؤ اس کی دولت کا سرچشمہ دنیا کی کوئی چیز نہیں ہوسکتی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جو تمام خزانوں کا مالک ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق ہے ورنہ وہ یہ کہنے کی جرأت نہ کرتا کہ سارے کے سارے جانور ہانک کر لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت نازل کرنی تھی اس لئے اس پر یہ دلیل کارگر ہوگئی۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اس قدر سخاوت کرنے والے تھے ان کے متعلق احادیث یہ گواہی دیتی ہیں کہ ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت عام مہینوں کے مقابلہ میں ایسی تھی جیسے تیز ٹھنڈی ہوا ہوتی ہے۔ ہلکی ہوا کے مقابلہ میں اس سے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ آپ کی سخاوت کہاں تک پہنچی ہوگی۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس وقت ایمان کے درخت کی ٹہنی نکل آئے یعنی پہلے باریک چھوٹی اور معمولی سی روئیدگی تھی اس کے بعد جب وہ ٹہنی کی شکل اختیار کر جائے تو اس میں مضبوطی پیدا کرنے کے لئے خدا کی راہ میں اموال خرچ کرو۔ ماہِ رمضان سے اس کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ رمضان کی برکتوں میں سے یہ تیسری برکت ہے۔ اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے احمدیوں کو بھی اور دوسروں کو بھی جن کو اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔ ہر شخص اپنی طبیعت اپنے اموال، اپنی حیثیت اور اپنے وسائل کے مطابق سخاوت کرتا ہے خدا کے حکم سے خدا کی راہ میں

مال دیتا ہے لیکن اپنے اپنے دائرہ میں عام مہینوں کے مقابلے میں تمہاری رمضان کی سخاوت معمولی ہوا کے مقابلے میں جو تیز چلنے والی ٹھنڈی ہوائیں ہوتی ہیں اس نسبت سے ہونی چاہئے۔ اتنی سخاوت کرو کہ جسے دنیا بھی محسوس کرے اور تمہارا ماحول بھی محسوس کرے۔ میں نے بتایا ہے کہ اعمال صالحہ کی مثال پانی کی ہے خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا بھی ایک عمل صالح ہے۔ آپ کو اس حد تک سخاوت کرنی چاہئے کہ گویا کسی چیز کو اتنا پانی مل جائے کہ مثلاً درخت کے اردگرد جو ہودی لگائی جاتی ہے اس سے باہر نکل آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس طرح تمہارے ایمان کے درخت کی جو ٹہنیاں ہیں ان کو کسی قدر مضبوطی حاصل ہو جائے گی۔ پہلے ان کے اندر نرمی تھی اور ان کے لئے بہت سے خطرات تھے۔ نرمی کا مطلب یہی ہے کہ وہ وقت معرض خطر میں ہیں مثلاً ہمارا یہ مادی جسم ہے۔ جس شخص کے اندر قوت مدافعت نہ ہو تو اس پر بیماری کے حملے کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ چنانچہ جن بچوں کے اندر قوت مدافعت نہیں ہوتی کمزور ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ والدین ایسے بچوں کو میرے پاس دعا کے لئے لے آتے ہیں کہ یہ ہمارا بچہ ہے جسمانی ساخت کے لحاظ سے بہت کمزور ہے۔ اچانک بیمار ہو جاتا ہے کبھی بخار اور کبھی نزلہ زکام ہو جاتا ہے۔ آپ دعا کریں تندرست ہو جائے۔ غرض جس طرح درخت کی ٹہنیاں نرم و نازک ہونے کی وجہ سے ہر وقت معرض خطر میں ہوتی ہیں اسی طرح ایمان کے درخت کی ٹہنیوں کو بھی بیماریوں کا خطرہ رہتا ہے۔ اس روحانی امراض کے خطرہ کو دور کرنے کا ایک طریق انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اس سے روحانی درخت کی ٹہنیوں میں مضبوطی آجاتی ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اموال خرچ کرنے کا رمضان کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اس ماہ مبارک میں یہ بڑا تاکیدی حکم دیا گیا ہے کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرو اور اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں کو حاصل کرو۔ گویا رمضان کے مہینے میں انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعہ روحانی ٹہنیوں کو مضبوط کرنے کی یہ تیسری برکت ہے۔ جس کا رمضان کے ساتھ تعلق ہے۔

پھر رمضان کے مہینے میں صبح روزہ رکھنے کے بعد غروب آفتاب کے وقت روزہ کھلنے تک دن کا ایک بڑا لمبا عرصہ جس میں بیویوں سے جائز تعلقات سے روکا گیا ہے۔ روزہ کی حالت میں انسان جائز تعلقات بھی نہیں رکھ سکتا۔ اس میں شہوات نفسانیہ کا مقابلہ کرنے کا سبق دکھایا

گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ تم جب اپنے نفس پر قابو پالو گے تو گویا ایمان کا درخت اپنے تنے پر مضبوطی سے کھڑا ہو جائے گا۔ خواہشات نفسانیہ پر قابو پانا انسان کا آخری مجاہدہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نفس کے تابع نہ رہے بلکہ اس کا نفس اس کی روحانی فراست کے تابع ہو جائے اور یہ انسان کے مجاہدے کا آخری مرحلہ ہے۔ یہ سبق ہمیں رمضان میں سکھایا گیا ہے اور یہ چوتھی بڑی برکت ہے جو اس ماہ مبارک میں میسر آتی ہے۔

پھر جس وقت انسان کا نفس اس کے قابو میں آ جاتا ہے اور انسان مجاہدہ کی آخری سیڑھی پر چڑھ جاتا ہے اور اپنا ہاتھ آسمانی برکات کو حاصل کرنے کے لئے اوپر اٹھاتا ہے تو اسے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ اب بھی اسے آسمانی برکات نہیں مل سکتیں جب تک آسمانی برکات خود اس کے قریب نہ آ جائیں یا آسمان سے برکات کا نزول نہ ہو اور خدا تعالیٰ خود اپنے فضل سے اپنے فیض کو اس کے قریب نہ کر دے پہلے اس نے پکڑنے کے لئے ایک ہاتھ اٹھایا تھا۔ پھر وہ دونوں ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور دعا میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے اے میرے رب کریم! جہاں تک میری کوششوں کا تعلق تھا میں نے اپنی سمجھ، ہمت اور طاقت کے مطابق تیرے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے پوری کوشش کر دی ہے۔ میرا درخت وجود تو قائم ہو گیا مگر پھل نہیں آتا جب تک تیری رحمت آسمان سے نازل نہ ہو اس لئے اے خدا! تو اپنے فضل سے آسمان سے اپنی رحمت کو نازل فرما۔ چنانچہ اگر اس کی یہ دعا قبول ہو جائے تو ایک نئی قوت آسمان سے آتی ہے ایک نئی چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے جو زمین سے پیدا نہیں ہوتی جس کو ہم اپنی طاقت سے نشو ونما نہیں دے سکتے۔ گو جسم اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اس کی ٹہنیوں میں مضبوطی پیدا ہو گئی۔ اس کے پتوں پر حسن آ گیا لیکن ابھی اس کو پھول آئے نہ پھل لگے۔ اس کے لئے انسان عاجزانہ طور پر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا طالب ہوتا ہے۔

پس اگر اور جب اللہ تعالیٰ انسان کی عاجزانہ اور متضرعانہ دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے تو وہ ہاتھ جو اس کی طرف اٹھتے ہیں وہ خالی واپس نہیں آتے اللہ تعالیٰ اپنے بے شمار خزانوں سے انسان کی جھولی بھر دیتا ہے اور بھرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان بسا اوقات یہ بھی کہہ اٹھتا ہے کہ اے میرے خدا! تیری سخاوت کی کوئی انتہا نہیں مگر میرا دامن تو بہر حال محدود ہے۔ اب

تو مجھے اور دیتا چلا جاتا ہے۔ یہ تو میری طاقت سے بڑھ کر ہے۔ میں اسے کس طرح سنبھالوں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک حدیث میں بھی کہا گیا ہے کہ جب مسیح آئے گا تو خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کے خزانے اس رنگ میں لٹائے گا اور اتنے لٹائے گا کہ دنیا ان کو لینے سے انکار کر دے گی اس کا ایک مطلب ہم یہ بھی لیا کرتے ہیں کہ جو لوگ ان خزانوں کو خزانے نہیں سمجھیں گے ان کی طرف رغبت نہیں رکھیں گے وہ لینے سے انکار کر دیں گے تاہم اس کا اصل اور حسین مطلب یہی ہے کہ ہر ایک مخلص انسان کو اعلیٰ استعداد اور طاقت کے مطابق دے دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ زبان حال سے پکار اٹھے گا کہ بس! بس! اب زیادہ کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ نے انسان پر اپنی رحمتوں کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ موہبت الٰہی کا ایک چکر چل پڑتا ہے۔ انسان کے روحانی درخت وجود پر پھول آئے پھل لگے خدا تعالیٰ کی جنتوں میں وہ داخل ہو گیا۔ روحانی فضلوں سے لذت اٹھانے لگ گیا لیکن چونکہ خدا نے اس کے دل کے اندر یہ تڑپ یا یہ خواہش اور یہ جذبہ پیدا کیا اور فرمایا کہ اس پر راضی نہ ہونا کیونکہ میرے خزانے غیر محدود ہیں چنانچہ بعض دفعہ انسان کہتا ہے خدایا! اس درخت کو تو پانچ من پھل لگے ہیں یہ تیری رحمت سے لگے ہیں تو اس درخت کو اتنی طاقت فرما کہ یہ دس من پھل اٹھانے کے قابل ہو جائے۔ پھر اس کی دعاؤں کے نتیجہ میں وہی درخت دس من پھل دینے لگ جاتا ہے پھر سینکڑوں ہزاروں من پھل دینے لگ جاتا ہے۔

پس حقیقی جنت جس میں انسان داخل ہو جاتا ہے وہ تو ختم ہونے والی نہیں ہے اور نہ خدا تعالیٰ کے قرب کے مقامات ختم ہونے والے ہیں۔ اس میں تو ترقی ہی ترقی ہے۔ اس میں بھی عمل تو ہے لیکن یہ وہ عمل نہیں جس کا تعلق امتحان سے ہوتا ہے۔ جس کا تعلق جزاء و سزا سے ہوتا ہے۔ جنتوں میں داخل ہونے کی بعد انسان بے عمل نہیں ہو جاتا تاہم امتحان کا خوف اور امتحان میں فیل ہو جانے کا ڈر ختم ہو جاتا ہے۔ حقیقی جنت میں انسان کو ناکامی کا کوئی ڈر نہیں ہوتا لیکن جس طرح ایم۔ اے یا پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے بعد کوئی عقل مند یہ نہیں سمجھتا کہ اس کے تعلّم کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اسی طرح حقیقی جنت میں انسان کے دل میں یہ احساس زیادہ بیدار ہو جاتا ہے کہ علم کے حصول کا اصل موقع تو اب پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ جس طرح انسان

ایم۔اے یا پی۔ایچ۔ڈی کے بعد اپنے طور پر مطالعہ کرتا ہے عملی زندگی میں انسان جو کچھ حاصل کرتا ہے۔علم کے ذریعے اس کے تجربے کرتا ہے اور غور وفکر کرتا ہے (یہی علم وعمل کا جوڑ ہے جس کے متعلق کل میں نے اجتماع میں خدام کو سمجھانے کی کوشش کی تھی) اس طرح جنت میں اللہ تعالیٰ کی موہبت ختم ہونے میں نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ انسان کو فضلوں اور رحمتوں سے نوازتا چلا جاتا ہے۔

پس رمضان اپنی تمام برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ آ رہا ہے۔میں نے اس وقت رمضان کی چار پانچ برکتوں کا ذکر کیا ہے یعنی چار برکتیں تو وہ ہیں جو انسان اپنی کوشش اور اپنے عمل سے، اپنے ایمان کے درخت کو نشو ونما دے کر، اس کی پرورش کر کے اسے ایک بڑا شاندار حسین شاخوں سبز پتوں والا درخت بنا کر حاصل کرتا ہے اور پانچویں وہ برکت ہے کہ جب وہ درخت ثمرآور ہونے کے قابل ہو جاتا ہے۔تو اس وقت انسان دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرتا ہے اس طرح وہ اسے پھولوں کا گہنا پہناتا اور پھلوں سے لاد دیتا، اس کی افادیت کے ہر پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ گویا پانچویں برکت کا تعلق انسان کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی موہبت کے ساتھ ہے۔ جب انسان کو یہ موہبت الٰہیہ نصیب ہوتی ہے تو پھر اس کے بعد روحانی درخت اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں ہوتا ہے اور وہ انسان کے لئے ابدی جنت اور ابدی سرور کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

پس میں اپنی جماعت کے تمام مردوں اور عورتوں، جوانوں اور بوڑھوں سے کہتا ہوں کہ تم اپنے درخت وجود یعنی ایمان کے درختوں کی نشو ونما کے جو بھی سامان اور ذرائع ماہ رمضان میں دیکھو ان سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تم بھی خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۵رنومبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۱ تا ۴)